سیکشن - ب
سوال - 2
حصہ - i

خلاصہ:

حاجی اورنگزیب خان نے بشارت کو جو خط املاء کروایا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ پشاور سے آنے سے تین ہفتے پیشتر ڈاکٹروں نے انہیں مرض کا بتایا جو کہ جگر میں پانی کی کمی کا مرض تھا اور اس کا کوئی علاج نہیں تھا۔ لہذا ڈاکٹروں نے حاجی صاحب کو تلقین کی کہ وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ جا کر رہیں جن کے ساتھ وہ بہت زیادہ خوش ہوں۔ مولوی صاحب نے جب اس بارے میں سوچا تو انہیں پشاور سے لے کر کراچی تک صرف ایک ہی ایسا شخص ملا جو کہ بہت زیادہ محنت کرنے والا اور لوگوں کو خوش رکھنے والا تھا اور اس کا نام بشارت تھا۔ اس لئے میں نے ٹکٹ لیا اور سیدھا آپ کے پاس آ گیا۔ جتنے دن میں آپ کے ساتھ رہا اگر اس میں آپ کو کوئی پریشانی ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دیں۔ میرا مقصد آپ کو تنگ کرنے کا ہرگز نہیں تھا۔

حصہ (iii)

جواب:-

حیدرآباد کے جلسے میں ایک پرانے مشاعرے اور اس مشاعرے میں شامل شعراء کی یاد میں ایک مشاعرہ رکھا گیا۔ پروگرام شروع ہونے سے پہلے لوگوں کو مصروف رکھنے کے لئے مولوی عبدالحق نے فرحت اللہ بیگ کو تقریر کرنے کا کہا۔ فرحت اللہ بیگ نے جب تقریر شروع کی تو انہوں نے مولوی کریم الدین کی مفلسی کا ذکر کیا اور ان کا نام ویسے ہی مولوی وحید الدین کی طرف چلا گیا۔ اصل میں ان دونوں کا تعلق پانی پت سے تھا اس لئے لوگوں نے مولوی کریم الدین کو مولوی وحید الدین کا والد سمجھ لیا۔ اور لوگوں نے ان سے طرح طرح کے سوالات کرنے شروع کردیئے۔ بعد میں مصنف نے لوگوں کو سب کچھ سمجھادیا اور ان کے سوالات ختم ہو گئے۔

حصہ - v

جواب:

مصنف فادر الیاس کی شخصیت کے بارے

میں لکھتے ہیں وہ بہت ہی زیادہ سیدھا سادہ اور بے پیچ شخصیت کے مالک ہیں اور وہ تو بالکل انسان ہی نہیں لگتے۔ ان کی شخصیت میں لچک نہیں تھی۔ وہ پیار، محبت اور خلوص کے جذبات سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ صاف گو اور سچے انسان تھے اس لئے وہ زمانے کی منافقت کو سمجھ نہ پائے اصل میں دنیا والے ان کو پسند کرتے ہیں جو لوگ شان و شوکت اور نمود و نمائش کے مالک ہوں۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب سے محسن محلہ کا کوئی بھی فرد دوستی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حصہ (vi - ج)

جواب:

محلے کے بزرگ نے جب دونوں ہمسائیوں راجہ صاحب اور خواجہ صاحب کو ان کی بیگمات کے بارے میں سمجھایا تو راجہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ عورتوں کا معاملہ ہے اس میں ہمیں اور آپ کو دخل اندازی نہیں کرنی چاہیئے البتہ اگر آپ اپنی بیوی کو سمجھانے کے لئے بھجوائیں تو پھر کوئی بات بن سکتی ہے۔

(حصہ - xi)

جواب:

سقراط اس دنیا میں ایک ایسی شخصیت ہیں جو گزرے ہیں کہ ان کی اعلیٰ فطری صلاحیتیں اور فلسفیانہ باتیں ان کے ہم عصروں کے لئے حسد کا سبب بنیں۔ یہاں تک کہ ایک شاعر نے ان کی ہجو بھی لکھی ہے۔
ان کے مخالفین نے ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے جن میں سے نوجوانان ایتھنز کو والدین کی نافرمانی کرنے پر اکسانا اور حکومت وقت کے خلاف جذبات ابھارنا سرفہرست ہیں۔ اس بناء پر عدالت نے سقراط کو گرفتار کرلیا۔ اصل مقصد ان کو راستے سے ہٹانا تھا اس لئے انہیں جیل میں زہر کا پیالہ پلا دیا گیا۔

(حصہ - vii)

جواب:

افسانہ کتبہ سے ہمیں یہ اخلاقی سبق ملتا ہے کہ انسان کو اس کی استطاعت کے مطابق چادر پھیلانی چاہئے۔ کیونکہ انسان کو ہمیشہ وہی چیز ملتی ہے جس کے لئے وہ

محنت کرتا ہے۔ اور انسان کو حقیقت پسند ہونا چاہیئے۔
جس طرح شریف حسن کتبہ کو دیکھ کر خیالی
دنیا میں چلا گیا اور طرح طرح کی خواہشات ظاہر کرنے لگا۔
جو کہ آخر میں اس کے لیئے ذلت و رسوائی کا سبب بنیں۔
انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ جب اس کی خواہشات
پوری ہونے لگیں تو ان کے پاس پڑی چیزوں کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے
مگر یہ خواہشات کا سلسلہ نہیں رکتا۔ اس لیئے انسان کے پاس جو بھی
موجود ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اور زیادہ کی ہوس دل سے نکال
دینی چاہیئے۔

(حصہ - ix)

صنعت تجنیسِ تام:

کلام میں ایسے الفاظ کا
استعمال ہو جو کہ املاء کے لحاظ سے ایک جیسے ہوں مگر ان
کے معنی مختلف ہوں صنعت تجنیس تام کہلاتا ہے۔

مثالیں:

چمن میں کسی نے نگاہ ڈالی آج
جو کھل کھلائی ہے گل کی ہر ایک ڈالی آج

2 میں بلاتا تو ہوں اُس کو مگر اے جذبۂ دل
اُس پہ کچھ ایسی بن آئے کہ بن آئے نہ بنے

3 جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

نشاندہی نہیں کی

حصہ - X

خلاصہ:

اس نظم میں شاعر نے سورج اور ستاروں کی مثال دے کر اپنے خیالات کا اظہار اشعار کی صورت میں کیا ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ سورج ستاروں سے بہت بہادر ہے۔ اگر ہم دیکھیں تو ستاروں کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن وہ پھر بھی سورج سے ڈرتے ہیں کیونکہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو سارے ستارے ڈر کے مارے غائب ہو جاتے ہیں اور سورج پورا دن آسمان پر اکیلے بادشاہت کرتا ہے اور شام کے وقت بہادری سے آرام کو چلا جاتا ہے اس کے بعد ستارے بزدلوں کی طرح آسمان پر دوبارہ قبضہ کر لیتے ہیں۔

(حصہ - xii)

مرکزی خیال:

اس نظم میں شاعر نے ملک و قوم کی ترقی کے لئے نوجوانوں میں جذبہ شاکرانہ انداز میں بیان کیا ہے شاعر کا مقصد نوجوان نسل کو یہ پیغام دینا ہے کہ اگر ہمیں اپنی زندگی میں کامیابی اور آسائشوں کی تمنا ہے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم سخت محنت کریں اور کامیابی کے راستے میں جو بھی مشکلات پیش آئیں ان کا سامنا ثابت قدمی سے کریں اور آگے بڑھتے جائیں۔

(حصہ - xiii)

3

تفصیلیہ:

یہ وہ علامت ہوتی ہے جو کسی تحریر میں کسی موضوع کے متعلق تفصیل دینے کے لئے استعمال ہو تفصیلیہ کہلاتا ہے۔

علامت :-

استعمال :

یہ علامت کسی چیز کی تشریح یا وضاحت کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

مثالیں :-

علی کی آپ بیتی :-

نظم کا خلاصہ :-

علامہ اقبال کی تقریر :-

سیکشن ج

سوال 3

الف

حوالہ متن:

مصنف کا نام: خواجہ حسن نظامی

سبق کا نام: فاقے میں روزہ

سیاق و سباق:

اس سبق فاقے میں زوزہ میں خواجہ حسن نظامی آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے خاندان کا غزد کے بعد کا ذکر کر رہے ہیں۔ مرزا سلیم جو کہ بہادر شاہ ظفر کے بھائی ہیں اور بہت ہی زیادہ ناچ گانے کے شوقین ہیں۔ ایک دفعہ رمضان میں ان کی والدہ نے انہیں ناچ گانے سے منع کر دیا۔ ان کی والدہ کا یہ فیصلہ ان کو بہت زیادہ

(ن) گوارا گزرا لیکن انھوں نے اپنے ہم عصروں کے مشورے سے جامع مسجد جانے کا فیصلہ کیا وہاں کا ماحول انہیں نہایت پسند آیا۔ پھر کچھ یوں ہوا کہ انگریزوں نے ہندوستان پر حملہ کر دیا اور پورے ہندوستان پر قبضہ جما لیا۔ اس کے بعد مرزا شہزور جو کہ بھائی تھے انہیں اپنے خاندان سمیت وہ جگہ چھوڑنی پڑی لیکن وہ اپنی جان بچانے کے لئے ایک گاؤں چلے گئے یہ گاؤں میواتیوں کا تھا۔ انہوں نے مرزا شہزور اور اس کے خاندان والوں کو رہنے کی جگہ دی اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ ایک دن اچانک بہت تیز بارش ہوئی جس کی وجہ سے مرزا شہزور کی زوجہ انتقال کر گئیں۔ گاؤں والوں نے کفن وغیرہ کا انتظام کیا۔ کچھ وقت گزارنے کے بعد مرزا شہزور اس گاؤں سے دہلی منتقل ہو گئے اور انہوں نے اپنی چھوٹی بہن کی وہاں شادی کر لی اور انگریز حکومت نے ان کی پانچ روپے پنشن شروع کر لی۔

تشریح

اس اقتباس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرزا شہزور کی جو بیوی تھی وہ "انشا کی نازک" تھی کیونکہ وہ ایک شہزادی تھی اور وہ ان حالات میں رہنے کی عادی نہیں تھی۔ جب غدر کے بعد انہیں میواتیوں

کے گاؤں منتقل ہونا پڑا تو وہاں انہوں نے ابتداء میں ان کو رہنے کی جگہ دی اور ان کے کھانے پینے کا بھی انتظام کیا۔ انہیں شروع میں ایک حویلی میں رہنے کی جگہ دی مگر بعد میں وہ حویلی خالی کرنا پڑا کیونکہ ادھر ایک بارات آ رہی تھی۔ کچھ دنوں بعد گاؤں کے سربراہ نے مرزا شبیہ زور سے کہا کہ آپ کیا کام کر سکتے ہو انہوں نے کہا کہ میں بندوق چلا سکتا ہوں اور تلوار بازی بھی کر سکتا ہوں۔

تو اس بات پر گاؤں کے سربراہ نے اسے کھیتوں کی رکھوالی کے لئے متعین کر لیا تھا۔ جس کی وجہ سے انہیں کچھ اناج دیا جاتا جو پورا مہینہ گزارنے کے لئے کافی تھا۔ مرزا شبیہ زور کی زوجہ پہلے سے ہی بیمار تھی ایک دن اچانک سیلاب آ گیا جس کی وجہ سے گھر گیلا ہو گیا اور سارا اناج بھی بہہ گیا۔ اس کی وجہ سے ان کی زوجہ اور بھی سخت بیمار ہو گئیں مگر جیسے تیسے بچ گئیں لیکن اگلے ہی دن صبح شولرے ایک ایسا جھٹکا لگا کہ وہ اور دلی تک نہ بچ سکیں اور دم توڑ گئیں۔ وہ بچاری شہزادی تھی اور وہ ان ماحول میں رہنے کی عادی نہیں تھی۔ لہذا انہیں انتقال کے بعد اسی جگہ دفن کیا گیا۔ اور گاؤں والوں نے سب انتظامات کیئے۔ ان کے کچھ مہینے بعد مرزا شبیہ زور وہاں سے دلی منتقل ہو گئے۔ وہاں انہوں نے اپنی چھوٹی بہن کی شادی کر لی

8

اور انگریزی حکومت نے ان کی پانچ روپے پنشن بھی شروع کر دی۔

سوال 4

(الف)

حوالہ متن:

نظم کا نام: جوابِ شکوہ

شاعر کا نام: علامہ محمد اقبال

مفہوم:

تمہارے ہاتھ بے زور ہیں اور نا اتفاقی سے دل بھرے ہوئے ہیں۔ حضور کی امتی آپ کے لئے شرمندگی کی وجہ ہیں۔ بت توڑنے والے مر گئے اور جو زندہ ہیں وہ بت بنانے میں مصروف ہیں۔ والد ابراہیم ہے اور اولاد آزر نئی ہیں۔ شراب نئی ہے اس کا سالہ نیا ہے اور پینے والے بھی نئے ہیں۔ کعبہ بھی نیا ہے بت بھی نئے ہیں اور تم بھی نئے ہو۔

تشریح

ان اشعار میں شاعر علامہ اقبال
گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی لکھی گئی نظم شکوہ
کا جواب دے رہے ہیں۔ نظم کے مطابق اللہ تعالیٰ شکوہ گر
انسان سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ مسلمانوں کے
ہاتھوں میں زور ختم ہو چکا ہے وہ آرام اور سستی کے عادی
ہو چکے ہیں۔ ان میں ہمت مردانہ نہیں رہی ہے۔ مسلمانوں
میں اتفاق و اتحاد ختم ہو چکا ہے۔ وہ آپس میں حسد اور
نفرت پالنے لگ گئے ہیں۔ ان رزائل کی بناء پر سے
امتی اپنا رسول اللہ کا نام روشن کرنے کی بجائے ان کی
رسوائی اور شرمندگی کا باعث بن چکے ہیں۔ آج کے مسلمان
گناہ کو مزید فروغ دینے کا باعث بن چکے ہیں۔ گویا
بت گر اور ان کے آباؤ اجداد جو گزر چکے ہیں وہ گناہ
مٹانے والے تھے گویا بت شکن کو شاعر صنعت تلمیح کا
استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصل میں ابراہیمؑ ہیں جبکہ
ان کے والد آزر تھے جو کہ بتوں کا کاروبار کرتا تھا۔ فلہٰذا آج
ہم مسلمان آزر کی خصوصیات رکھتا ہے جبکہ ان کے
آباؤ اجداد ابراہیمؑ جیسی نیک خصوصیات کے حامل تھے۔
آج کا دور بدل چکا ہے۔ جیسا کہ شراب بدلہ ہو اس
کے پینے والے لوگ بدلے ہوں اور پینے والا جام بدلہ ہو۔
مگر دور بدلنے کے باوجود آج کا مسلمان ابراہیمؑ کے

حالات میں موجود ہیں۔ ان کے سامنے کعبہ جیسی مقدس جگہ میں بت جو رکھے تھے ان کو توڑنے والا تھا آج کے مسلمان والا بھی یہی کام ہے۔

(سوال نمبر 5)

میرا پسندیدہ مشغلہ

تعارف:

پسندیدہ مشغلہ سے مراد وہ عادت ہے جو انسان جب بھی فارغ ہوتا ہے تو اسے ذہن پر اثر لاتا ہے۔ میرا پسندیدہ مشغلہ کتب بینی ہے۔ کتب بینی ایک ایسی عادت جو ہر وقت انسان کو علم سے منور کرتی رہتی ہے۔ کسی ذہین شخص نے تو یہ بھی کہا ہے کہ کتابیں انسان کی دوست ہوتی ہیں۔

کتابیں علم کا سمندر:

کتابیں علم کا سمندر ہیں انسان

جتنا چاہے ان سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے کیونکہ
ان کو جتنا بھی زیادہ پڑھا جائے اس کا کوئی نقصان
ہی نہیں ہے۔

انہی کتابوں کا مطالعہ کر کر کے
انسان نے ناجانے کتنی چیزیں ایجاد کر لی ہیں اور
آگے بھی کرتا جا رہا ہے۔ ایک انسان جو بہت زیادہ
کتابیں پڑھتا اس کی شخصیت شروع سے لے کر پاؤں
تک تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ پہلا جیسا نہیں رہتا
بلکہ کافی بدل جاتا ہے۔

کتابوں کا ذہنیت پہ اثر:

انسان کی ذہنیت پر کتابوں کا
کافی مثبت اثر ہوتا ہے وہ نہ جانے کیا کچھ کتابوں
سے سیکھتا ہے اور جب وہ انہیں اپنے عمل میں لاتا ہے
تو تب اسے فرق محسوس ہوتا ہے۔

علم کا ذخیرہ:

ایک انسان جو بہت زیادہ کتابیں پڑھتا ہے تو وہ جب کسی محفل میں بیٹھتا ہے تو اسے ہر ایک چیز کے بارے میں کچھ نہ کچھ علم ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ سب سے زیادہ الگ اور ذہین نظر آتا ہے۔

ہر دن کتابوں کا مطالعہ:

کتابیں پڑھنا میرا اتنا زیادہ پسندیدہ مشغلہ ہے کہ میں جتنا بھی تھکا ہوا ہوں میں پھر بھی کتابیں آدھا گھنٹہ ضرور پڑھتا ہوں جس سے مجھے بہت زیادہ فائدہ ہوا ہے۔ اور میری شخصیت بھی ہمیشہ سب کو دوسروں سے الگ لگتی ہے۔

لہذا یہ میرا پسندیدہ مشغلہ ہی ہے جس نے مجھے دوسروں سے اتنا الگ بنایا ہے۔

8

اختتام:

اس دنیا میں ہر شخص کے اپنے مشاغل ہیں۔ لیکن ایک انسان کو اپنے لئے وہی

مشغلہ چننا چاہیئے جو کہ ان کی شخصیت پر مثبت اثر ڈالے۔